کو مٹانے کی کوشش نہ کی بلکہ اُن کی اس انداز سے تاویل کی کہ پورا دین بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا۔ اُن کے نزدیک قادر مطلق (معاذ اللہ) محض ایک عضو معطل تھا۔ وہ خدا کو قادر ان معنوں میں نہیں مانتے تھے کہ وہ کائنات کی ہر چیز پر قادر ہے بلکہ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اُس نے دوسروں کو قدرت عطا کی ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنی امام کو یاد کرنا اور نماز با جماعت کے معنی امام معصوم کی متابعت کرنا تھا۔ روزہ کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ تھا کہ انسان امام کے اسرار کی حفاظت کرے، یا اپنے مقتداء کے افعال کو خاموشی سے دیکھتا رہے اور اگر وہ فواحش میں مبتلا ہو تو اُس کو بھی افعالِ حسنہ سمجھے۔ طوافِ کعبہ سے مراد امام کے گھر کا طواف کرنا ہے۔

عمر خیام سے جو روایات عام طور پر منسوب کی جاتی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض ایک شاعر رند مشرب تھا۔ فاضل مصنف نے بڑی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صرف شاعر نہ تھا بلکہ فلسفہ، منطق، ریاضی، تفسیر، علمِ قرأت اور علمِ نجوم کا بھی ایک بروست عالم تھا۔

یہ پوری کتاب معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ اس کے مطالعے سے اسلامی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک دور سامنے آجاتا ہے اور اُن لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام صرف ۳۲ برس تک دنیا میں قائم رہا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے درہم برہم ہو گیا۔

کتاب کا معیارِ طباعت عمدہ ہے البتہ کتابت کی غلطیاں ذوق پر گراں گزرتی ہیں۔

جیتا جاگتا تالیف: علامہ ابن طفیل۔ اردو ترجمہ مع تبصرہ۔ ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب ایم، اے، پی، ایچ۔ ڈی۔ صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ابن طفیل کی شہرہ آفاق تصنیف "حی بن یقظان" کا شستہ اور رواں ترجمہ ہے۔ اس فاضلانہ تصنیف میں ایک عام فہم اور دلچسپ قصے کے ذریعہ یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر موحد ہوتا ہے اور اگر خارجی حالات

اور ماحول اُس کے خیالات اور احساسات کو غلط راہ پر نہ ڈالیں تو وہ تلاشِ حق میں خود بخود کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس قصہ میں ایک ایسے انسان کی داستانِ حیات قلمبند کی گئی ہے جس نے انسانوں کی صحبت سے بہت دُور جنگلوں میں نشو ونما پائی، اُس نے اپنی فطری اور جبلّی صلاحیتوں کی مدد سے مادّی زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور اپنے شعور اور وجدان سے ایک قادرِ مطلق ذات کا ادراک کیا۔ فاضل مصنّف نے اس قصّے کے واقعات بیان کرتے ہوئے نہایت ہی حکیمانہ انداز میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جس طرح انسان کی فطرت میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات میں تصرّف حاصل کرے اسی طرح اُسے قدرت نے ذاتِ حق کا بھی فطری طور پر شعور و احساس بخشا ہے اور اگر اُسے اُس کی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ یقیناً حق کو پانے میں کامیاب ہو گا۔ تلاشِ حق میں حی بن یقظان کو مختلف منازل سے گزرنا پڑا۔ پہلی منزل میں اُس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ یہ سارا کارخانہ قدرت یونہی بغیر کسی کارساز کی تدبیر اور حکمت کے تو پیدا نہیں ہو گیا، دوسری منزل میں وہ اپنی ذات اور ذاتِ حق کے بارے میں مختلف نظریات قائم کرتا ہے اور پھر ریاضت کرتے کرتے مشاہدۂ حق سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ اس وقت اُس کی ابسال سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اسے شرع کی تفصیلات بتاتا ہے حی بن یقظان کو یہ معلوم کر کے حیرت بھی ہوتی ہے اور مسرت بھی کہ شرع میں اپنی عقل سے پیدا کیے ہوئے نتائج اور ذاتِ حق کے مشاہدات میں کوئی تناقض نہیں پایا جاتا۔

فاضل مصنف نے اس قصہ میں جن اہم نکات کی نقاب کشائی کی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ انسان واقعی اپنے وجدان اور شعور سے خالقِ کائنات کے وجود کا ادراک تو کر سکتا ہے مگر اُس کی صفات اس کے احکام اور ان کے مضمرات کو مجرد اپنی عقل سے نہیں سمجھ سکتا اس لیے اُسے ایسے نفوسِ قدسی کی قدم قدم پر رہنمائی کی ضرورت درپیش ہے جن سے خداوند تعالیٰ ہم کلام ہو کر انہیں اپنا منشا واضح کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی کے بغیر حق کو اُس کی ساری تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ ساتھ ٹھیک ٹھیک جاننا بالکل ناممکن ہے۔

فاضل مترجم نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور آغاز میں ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں عقل، نقل اور کشف کے حدود کی نشاندہی کی ہے اس مقدمہ کے ایک حصے کے متعلق ہم یہ گذارش پیش کرتے ہیں کہ انسانیت کو فکری اعتبار سے مختلف ادوار میں تقسیم کرنا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ ہمارے نزدیک اس تقسیم سے بہت سی الجھنیں پیش آتی ہیں جن کو کسی طرح سلجھایا نہیں جا سکتا ہے۔ پھر فاضل مصنف نے سابق انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات میں عقل کی اہمیت کو جس انداز سے گھٹایا ہے وہ بھی محلِ نظر ہے۔

اس مقدمہ میں جو دوسری چیز کھٹکتی ہے وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کے ساتھ غیر ضروری اختصار ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جہاں کہیں حضورؐ کا نام درج کیا ہے وہاں صرف محمد (صلعم) لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ امت کے ائمہ اور صلحا نے اس اختصار کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ نے یہ کہا ہے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں آپ کے اسمِ مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرنا چاہیے اور اس میں اختصار سے کام نہ لینا چاہیے۔ یہ بات اگرچہ امام موصوف نے کتابتِ حدیث کے تحت کہی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور صلحائے امت نے اس کا اہتمام کیا ہے۔

ان دو گذارشات کے علاوہ باقی کتاب بڑی قابلِ قدر ہے اور مترجم کی محنت اور قابلیت کی پوری طرح آئینہ دار۔

متصوفانہ نظریات کی تشکیل جدید (انگریزی) تالیف جناب ملک محمد اشرف صاحب شائع کردہ: دی وائی ولی پبلیکیشنز، گجرات مغربی پاکستان۔ قیمت آٹھ روپیہ صفحات ۲۳۰۔

کتاب کے مصنف ایک دردِ دل رکھنے والے مسلمان اور صاحبِ علم بزرگ ہیں۔ انہوں نے چند سال پیشتر علامہ اقبال مرحوم کی کتاب ارمغانِ حجاز کے ایک حصے (شیطان کی مجلس شوریٰ